OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.9 Issue 10 December 2021

تعلیماتِ رحمۃ للعالمین ﷺ کی روشنی میں پاکستانی ملازمت پیشہ خواتین ذمہ داریاں، مسائل اور حل

(PAKISTANI EMPLOYED WOMEN IN THE LIGHT OF RAHMAT-UL-LIL-AALMĪN'STEACHINGS: RESPONSIBILITIES, ISSUES & SOLUTIONS)

Dr. Hafiz Muhammad Siddique
Associate Lecturer, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur. Bahawalpur.

Dr. Sultan Mahmood Khan
Assistant Professor, Department of Quran Studies, The Islamia University of Bahawlpur. Bahawalpur

Abstract: Despite the fact that the environment is continually changing, employed women face numerous challenges. Women have been oppressed for a long time, according to history. In Greece, Egypt, Iraq, India, and China, mountains of oppression against women have fallen in every part of every country. A widow was cremated on her husband's coffin in several cultures. Woman was thought to be the source, the door, and the personification of sin in several religions. Belonging to it was thought to be a hindrance to spiritual growth. In most of the world's civilizations, she had no social standing. She lacked economic and political rights, and she couldn't even freely trade. She didn't have a free will, no authority over anyone, and she didn't even have the right to protest. In most cases, the weak must strive hard to obtain their rights.Then they will be able to obtain their legal rights, which would otherwise be unimaginable. After many trials and demonstrations, the modern era has recognized some of the basic rights of women, and it is regarded as a blessing of this age, even though it is a blessing of Rahmat-ul-lil-Aalmn (ﷺ)'s

teachings. These rights were granted in Islam not because women demanded them, but because they were natural, fundamental, and human rights for women. Islam has given women a position and prestige in society that is significantly more practical than modern and ancient customs. More than thirty quantitative and qualitative research studies are already conducted to highlight the issues of Pakistani employed women, hence this article mentions those responsibilities as well as issues, and discusses the solutions from Rahmat-ul-lil-Aalmīn(ﷺ)'s teachings.

Keywords: Employed Women, Pakistani Women, Responsibilities, Issues, Solutions, Teachings of Rahmat-ul-lil-Aalmīn.

تاریخ گواہ ہے کہ ایک زمانہ تھا جب دنیا کی زیادہ تر تہذیبوں میں عورت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ معیشت، معاشرت اور سیاست میں کوئی حصہ اور اختیار اسے حاصل نہ تھا۔اس حقیقت سے بھی صرف نظر نہیں کیا جاسکتا کہ بعض دفعہ نظامِ حکومت کسی خاتون کے اشاروں پر گردش میں آیا، مگر اس کی اپنی ذاتی حیثیت جوں کی توں ہی رہی۔ سید جلال الدین عمریم مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ نامی کتاب میں عصر حاضر میں بھی ایسے قبائل کا تذکرہ کیا ہے جہاں عورت کا حکم چلتا ہے۔ مگر انہی قبائل کی خواتین بھی اپنے انسانی حقوق پر دست درازی اور ظلم و تعدی سے مامون نہ رہ سکیں۔ عام لفظوں میں کہیں تو اسے مقام حکومت اور زمام اقتدار تو ملا مگر مقامِ نسوانیت سے محروم ہی رہی۔[1] جبکہ اسلام کی تاریخ کا نقطہ آغاز تو حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ سے ہو جاتا ہے، جو انسانیت کے ضعیف و ناتواں طبقے تعلق رکھنے کے باوجود بلند ہمتی اور حوصلے کا پہاڑ بن کر نبوت ﷺ کے حضور ایک غیر متزلزل ستون کی طرح سہارا بن جاتی ہے۔ غار حراء سے اتر کر، اور ایک نسخہ کیمیا ساتھ لے کر اپنی قوم کے پاس جب حضرت محمد ﷺ گھر تشریف لائے تو گھبراہٹ اور پریشانی کے سائے آپ کا پیچھا کر رہے تھے مگر اپنے شوہر کی پاکبازی، بلند اخلاق اور انسان دوست کردار کی گواہ بن کر نبوت پر سب سے پہلے ایمان لے آئیں۔[2] اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انسان تفکیر و عمل سے عبارت ہے۔ تفکر و تدبر اور مطالبہ عمل سے متعلق بکثرت آیاتِ قرآنیہ موجود ہیں، اور ارشاد باری: ”الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا“[3] (وہ (قادر مطلق) ذات کہ تخلق فرمایا موت اور زندگی کو، تاکہ تمہیں جانچے کہ کون شخص تم میں سے زیادہ اچھے عمل بجالاتا ہے۔) تخلیق موت وحیات کا مقصد احسن عمل کی جانچ کو قرار دیتا ہے۔اور فرمان باری تعالیٰ: ”فَاسْتَجَابَ لَهُمْ

رَبُّھُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی "[4] واضح طور پر بتا رہا ہے کہ مرد و عورت میں سے کسی کا بہتری کے لیے کیا گیا کوئی عمل ان کے پروردگار کے ہاں ضائع ہونے والا نہیں ہے۔ جب عورت بھی ایک مکمل انسان ہے، بلکہ نصف انسانی معاشرہ ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ فطری تعلیمات پر مبنی دین اس صنف کو فکر و عمل کی آزادی ہی نہ دے، اور آدھے معاشرے کا خلا پر کیے بغیر ہی رہنے دے۔ جبکہ بعض احوال میں اس کے لیے معاش ناگزیر ہے:

- بعض اوقات عورت کو اپنے بوڑھے ماں باپ کی مدد کے لیے کام کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت شعیبؑ کی بیٹیوں نے حضرت موسیٰؑ سے اپنے والد کے عمر رسیدہ ہونے کے عذر کا تذکرہ کیا اور اپنے ناتوانی بھی بتائی کہ ہم تب تک جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک باقی چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے نہ جائیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "قَالَتَالَا نَسْقِیْ حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُوَاَبُوْنَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ۔"[5]
- بعض دفعہ خاوند کا معاش میں ہاتھ بٹانا پڑتا ہے، جیسا کہ حضرت اسماءؓ گھر کے کام کاج کے ساتھ ساتھ اپنے خاوند زبیر بن العوام کے کام میں ہاتھ بٹاتی تھیں، ان کے گھوڑے سدھارنے اور چارہ وغیرہ کے انتظام میں مدد کیا کرتی تھیں۔[6]
- اسی طرح اس بات کا انکار بھی ناممکن ہے کہ ایک عورت ہونے کے باوجود یتیم اور بے سہارا ہو جانے کی صورت میں اپنی ذات اور بہن بھائیوں کے لیے ذریعہ روزگار کی احتیاج ہوتی ہے۔
- یا پھر بیوہ ہو جانے کی صورت میں بھی عورت اپنے لیے اور اولاد کے لیے کمانے کا ذریعہ ڈھونڈھنے پر مجبور ہوتی ہے۔
- علاوہ ازیں معاشرے میں بعض پیشہ ورانہ قابلیتوں کی مالک خواتین کی ازحد ضرورت ہوتی ہے؛ جیسا کہ خواتین کے علاج معالجہ کے لیے خواتین ڈاکٹر، بچیوں اور خواتین کی تعلیم و تربیت کے لیے معلمات، اسی طرح کئی دیگر معاملات میں خواتین کی پیشہ ورانہ صلاحیتیں معاشرے کی اہم ضرورت ہوتی ہیں۔

اسلام نہ صرف احوال مذکورہ خواتین کی حوائج و مجبوریوں کے مداوے کا سامان مہیا کرتا ہے، بلکہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی تشریف آوری دیگر افراد معاشرہ کے ساتھ ساتھ عورت کے لیے بھی رحمت ثابت ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف مرد بلکہ خود عورت کی بھی سوچ کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ عورت کے صحیح مقام اور وقار کی درست

شناسائی کے لئے افرادِ معاشرہ کے دل ودماغ پر مسلسل محنت فرمائی۔آپ ﷺ نے عزت اور شرافت وعظمت کے میدان میں عورت کا تعارف کرایا۔ان کی چھوٹی بڑی ضروریات کے مطابق انہیں حقوق دینے کی بات کی۔اس کے سماجی، تمدنی اور معاشی حقوق کا ادراک کرایا۔قرآن میں مرد کی طرح عورت کی بھی اس کائنات کی تخلیق وبقاء میں مساوی اہمیت کا علی الاعلان اقرار فرماتے ہوئے انسانی حقوق کی ادائیگی سے متعلق پروردگار عالم سے ڈرنے کا حکم فرمایا، ارشاد ربانی ہے: "يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً"[7] عورت کے لیے انتہائی کسمپرسی کے دور میں زندگی، تملیک، فکر وعمل، عزت وعفت، وراثت اور دیگر کئی لازمی حقوق متعارف کرانا رحمۃ للعالمین ﷺ کی تعلیمات کا ہی طرہ امتیاز ہے، جو اس صنف کو ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کے عنوانات سے ایک اسلامی معاشرے میں رفیع المرتبہ گردانے جانے پر مجبور کرتی ہیں۔

صنف نازک کی ذمہ داریاں

حقیقت الامر یہ ہے کہ اللہ تعالی نے عورتوں کو ایک عظیم نفسیاتی اور جسمانی کام سونپا ہے، جس میں کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا؛ جو کہ نسلوں کی پرورش، خاندان کی تشکیل اور اس کی نگرانی کا عظیم سہرا ہے۔اور واقعتاً یہ ایسی ذمہ داریاں ہی کہ جن پر امت کا مستقبل منحصر ہے۔اس لیے اس کی ذمہ داریاں پہلے ہی زیادہ ہیں، اس لیے وہ تمام امور جن میں عورت کی شرکت کے لیے اس کی بنیادی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں مشکلات کا امکان ہے، دینی اور ضروری ہونے کے باوجود اسے شرکت کے بغیر ہی ماجور قرار دے دیا گیا ہے۔ جیسا کہ بنو عبد الاشہل قبیلے سے تعلق رکھنے والی انصاری خاتون اُسماء بنت یزید کی حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ اپنے صحابہؓ سے محو گفتگو تھے، وہ نبی ﷺ کی خدمت حاضر ہو کر کہنے لگیں: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فداء ہوں۔اے اللہ کے رسول! مجھے معلوم ہے کہ مشرق ومغرب میں موجود ہر عورت جس نے میرے آپ کے پاس آنے کے بارے میں سنا یا نہیں سنا میری رائے سے متفق ہو گی؛ کہ آپ کو خدا نے تمام مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں مبعوث فرمایا ہے۔لہٰذا ہم بھی آپ پر اور آپ کے خدا پر ایمان رکھتی ہیں۔ ہم عورتوں کی جماعت تو گھروں تک، مردوں کی خواہشات کی تکمیل اور اولاد کی تربیت تک محدود ہیں۔اور آپ مردوں کی جماعت اجتماعات، نماز باجماعت، مریضوں کی عیادت، جنازوں میں شمولیت، حج کے بعد حج اور افضل ترین عبادت راہِ اللہ میں جہاد جیسے کاموں کے ساتھ فضیلت رکھتی ہے۔آپ میں سے جب کوئی مرد حج، عمرہ یا سفر کے ارادہ سے روانا ہوتا ہے تو ہم عورتیں

مال ومتاع کی محافظ ہوتی ہیں، کپڑے تیار کرتی ہیں، اور اولاد کی تربیت کرتی ہیں، مگر ان (مردوں کے بہت سے اجر وثواب والے) کاموں میں شریک نہیں ہو سکتیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے پوری طرح اپنے صحابہ کرامؓ کی جانب متوجہ ہو کر پوچھا: کیا تم نے اپنے دینی امور سے متعلق سوال میں کسی عورت سے اس سے بہتر گفتگو سنی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں تو گمان ہی نہیں تھا کہ ایک عورت ایسی گفتگو پر دسترس رکھ سکتی ہے۔ پھر نبی ﷺ اس عورت کی جانب مبذول ہوئے اور فرمایا: آپ جائیں اور باقی خواتین کو بتائیں کہ آپ عورتوں کی ساری بھلائی ان کے شوہر پر منحصر ہے: اس کو خوش کرنا اور اس کی بات ماننا (مردوں کی) ساری عبادات کے برابر ہے۔[8]

جناب نبی اکرم ﷺ کا زبان زدِ عام ایک فرمان ہے "كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"[9] جس میں حسبِ ذیل ذمہ داریوں کا بیان ہے:

أ) عمومی ذمہ دار: تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں مسؤول ہے۔

ب) خاندان کا ذمہ دار: مرد اپنے اہل خانہ کا راعی اور اپنی رعیت کے بارے میں ذمہ دار ہے۔

ج) امورِ خانہ کی ذمہ دار: عورت اندرونِ خانہ (افراد، اشیاء وامور) کی حاکم اور اپنی اس رعیت پر جواب دہ ہے۔

د) نگران کی ذمہ داری: خادم، اپنے مخدوم کے مال پر راعی ہے، اور اس سے اس بارے پوچھ ہو گی۔

راعی کا لفظ عربی زبان میں چرواہے کے لئے بولا جاتا ہے، اور وہ نگرانی کا فریضہ سرانجام دیتا ہے، اس لئے محاورۃً راعی کا ترجمہ حاکم اور ذمہ دار بھی مستعمل ہے۔ اسی حدیثِ مذکور کا حصہ "وَالمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا"[10] جب راعی کا ترجمہ حاکم درست ہے تو اس جملہ کی یوں ترجمہ سے کوئی امر مانع نہیں کہ عورت اپنے زوج کے گھر امورِ خانہ کی حاکم ہے۔ عملاً ایسا ہی ہوتا ہے کہ:

- ایک عورت جس طرح امورِ خانہ داری سرانجام دے سکتی ہے، وہ مرد کے بس میں ہی نہیں ہے۔
- گھر کی آرائش، تزئین، ترتیب، وغیرہ نسوانی ذوق سے ہی پر رونق بنتے ہیں۔
- ماں ہی وہ ہستی ہے کہ جس میں بچوں کے ذاتی معاملات کے حوالے سے مانوسیت ودیعت ہے۔
- عمر کے انتہائی حساس دور میں اولاد کی ذہن سازی، آداب اور تربیت و تعمیرِ شخصیت بھی ایک خاتون کی مہارت ہے۔

- نیز کسی بچے کی فکری نشو و نما اور اخلاقی پختگی کی اصل بنیاد اسی عرصہ میں ہوتی ہے جو وہ ماں کی تربیت میں گزرتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے تقریباً ہر مسلمان واقف ہے: ”كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَثَلِ البَهِيمَةِ تُنْتَجُ البَهِيمَةَ هَلْ تَرَى فِيهَا جَدْعَاءَ“[11] یعنی ہر جنم لینے والا بچہ فطری طور پر (معصوم) پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی و عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جیسے چوپایہ صحیح سالم چوپائے کو جنم دیتا ہے، کیا تو اس میں کوئی کان کٹا دیکھتا ہے۔ بڑھتی عمر کے ساتھ بچوں میں معصومیت سے ہٹنے کی وجہ والدین کی تربیت، اور گھر و معاشرہ میں ملنے والا ماحول بنتا ہے۔ اس بات پر توجہ دینا نہایت اہم ہے کہ بچہ اپنے آس پاس موجود اشیاء و افراد کو کیسا محسوس کرتا ہے اور ان سے کیا تاثر لیتا ہے۔ کیونکہ مضامین رٹنا اور اچھے مارکس کا حصول ہر گز تعلیم و تربیت نہیں بلکہ تشکیلِ شخصیت میں احساس و فکر کا جلا اصل تعلیم و تربیت ہے۔

امانت و دیانت ایسے امور ہیں کہ جن کے لئے عملی طور پر گھریلوں میں ہم آہنگی ہونی چاہیے، ورنہ لازمی طور پر بچوں میں اخلاقی غیر پختگی یا اخلاقی منافقت جنم لے سکتی ہے۔ اگر بچے تعلیم کے دوران صداقت، امانت اور دیانت کے بارے میں پڑھیں مگر گھر میں والدین سے ان سب امور کے برعکس مظاہروں کا مشاہدہ کریں تو ان میں فکری انتشار پیدا ہوگا، جو نہ صرف بچوں کی تعلیم و تربیت پر منفی اثرات مرتب کرے گا بلکہ افرادِ خانہ کے احترام پر بھی اثر انداز ہوگا۔ بچوں کو ذہنی تضاد کا شکار ہونے سے بچانے کے لئے والدین کی ذمہ داری ہے کہ گھر کے ماحول پر خصوصی توجہ مرکوز رکھیں، اور خاتونِ خانہ کے حاکمِ بیت ہونے کے بدولت اس امر کا لحاظ و نگرانی اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

احوالِ خانہ میں بہتری اس لیے بھی ضروری ہے کہ گھروں میں بے برکتی، نحوست، کاموں رکاوٹ، رشتوں کے مسائل، اور محبت و اعتماد وغیرہ کی اکثر لوگوں کو شکایت رہتی ہے، دیگر پہلوؤں کی طرح اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ گھر میں نماز، ذکر اذکار، درود اور خیر کے اعمال دور دور ا ہوگا تو رحمتوں اور برکتوں کا سماں بچوں کے مشاہدہ میں آئیگا۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ”اِجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا“[12] (اپنے گھروں میں اپنی نمازوں میں سے کچھ کا اپنے گھروں میں اہتمام کرو اور انہیں (عدم ادائیگی نماز سے) قبرستان نہ بننے دو۔ اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ اگر کسی مسلمان گھر میں نماز کا اہتمام نہیں تو وہ قبرستان تو ہو سکتا ہے، گھر نہیں۔ اس لیے حصولِ رحمت و برکت اور ترقیء

اعتماد کے لئے اسلامی تعلیمات کے مطابق گھروں کا ماحول رکھنا از حد ضروری ہے۔اور یہ کام عورت سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ گھر کے ماحول کو جیسا بنانا چاہیے وہ ایک عورت ہی بنا سکتی ہے۔

گھر میں تلاوت قرآن کا اہتمام اور بچوں کی قرآنی تعلیم کا اہتمام بھی ایک مسلمان خواتین کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللهِ وَالْحِكْمَةِ"[13] (اور جو اللہ (کے کلام) کی آیات اور (فرامینِ نبوی ﷺ کی شکل میں) حکمتیں تمہارے بیوت میں تلاوت ہوتی ہیں،ان کا ورد وذکر کرتی رہا کرو)۔ نیز ایک حدیثِ مبارکہ ہے، جس میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "الْبَيْتُ الَّذِي لَا يُقْرَأُ فِيهِ الْقُرْآنُ كَمَثَلِ الْبَيْتِ الْخَرِبِ الَّذِي لَا عَامِرَ لَهُ"[14] وہ گھر اور بیت جس میں قرآن کی قراءت وتلاوت نہ ہوتی ہو وہ اس ویران وبرباد گھر کی طرح ہے جس کا کوئی آباد کنندہ و باشندہ نہ رہا ہو۔ انسان کے دل اور گھر کی آبادی بھی تلاوتِ قرآ، ذکر اللہ، اللہ تعالیٰ کے ذکر اور جناب نبی اکرم ﷺ پر درود کی کثرت سے ہے۔اس لیے ایک مسلمان خاتون کی سب سے بڑی معاشرتی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے گھر کے ماحول کو صحیح رکھنے کی کوشش کرے اور یہ صرف صوم، صلاۃ اور تلاوتِ قرآن کریم کی حد تک نہیں بلکہ معاملات، اور اخلاق ودیانت میں بھی اور دوسروں کے ساتھ طرزِ عمل کے حوالہ سے بھی ضروری ہے۔ کیونکہ گھر کے ماحول کے مطابق ہی بچوں کا مزاج اور رویہ تشکیل پائے گا۔اور پھر یہ پختہ مثبت رویہ ایک مثبت خاندان، پھر خاندان سے معاشرہ، معاشرہ سے قوم اور قوم سے امت تک کی قیادت کے قابل ہو سکے گا۔

پاکستانی ملازمت پیشہ خواتین کے مسائل

اسلام کے نظامِ معاشرت میں کسب ومعاش مرد کا فریضہ وذمہ داری ہے،اور عورت کے ذمے امورِ خانہ داری سونپے گئے ہیں۔علاوہ ازیں اسلامی تعلیمات میں مرد وزن دونوں کی اضافی جدوجہد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج کے امورِ خانہ داری میں ہاتھ بٹاتے ہوئے نظر آتے ہیں،[15] اور خواتین امور ریاست میں مشیر،[16] اور عین میدانِ جنگ زخمیوں کو پانی پلاتی اور ان کی مرہم پٹی کرتی دکھائی دیتی ہیں۔[17] تاہم عصر حاضر میں بھی خواتین زندگی کی ہر میدان میں سرگرم عمل ہیں، جیسا کہ عمومی تجربہ ہے اور احمد عثمانی لکھتے ہیں: "ایسا کوئی میدان نہیں ہے جس میں مرد حصہ لے سکتے ہوں اور عورت کے لئے اس میں عملی حصہ لینا ممنوع ہو؛ شہادت، تعلیم وتربیت، عبادات؛ انفرادی واجتماعی عبادات، عملی جدوجہد، عسکری جدوجہد، سربراہی خانہ، مشاورت، تنقید وحساب، ذمہ

دارانہ مناصب سنبھالنا، قاضی اور جج بننا، اور سیاسی جد وجہد وغیرہ۔"[18] دنیا میں تقریباً ہر جگہ طبقاتیت کا دور دورہ ہے، اس لیے نہ صرف پاکستان میں مرد و خواتین دونوں کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے، بلکہ دنیا بھر میں ایسا ہی ہے، ہاں البتہ مسائل کی نوعیت قدرے مختلف ہوتی ہے۔

پروین(1984) نے "فیصل آباد شہر میں کام کرنے والی خواتین کے مسائل" کی تحقیقات کے بعد اس بات کی تصدیق کی کہ کام کرنے والی خواتین عام طور پر اپنے پیشوں اور کام کے حالات سے مطمئن نہیں تھیں۔ وہ کام کرنے کی سہولیات کی کمی اور سوسائٹی ممبروں کے نامناسب رویے کی وجہ سے ناخوش تھے۔ کام کرنے والی خواتین کو درپیش بڑے مسائل جن کا مشاہدہ کیا گیا وہ یہ تھے: آمد ورفت کے مسائل، گھریلو کام کا دباؤ اور انتہائی ضرورت کے باوجود کام کے لیے اجازت کا نہ ملنا، ملازمت کی جگہ پر ساتھی مرد ملازمین اور نگران وانتظامی عملہ کا ناروا سلوک، علاقہ سے دور ملازمت کی صورت میں رہائش کی پریشانی، سماجی سطح پر روک ٹوک طعنے اور عزت وقدر میں کمی، اور صحت کے مسائل۔ خالد(1990) نے "کام کرنے والی خواتین کے مسائل" کے بارے میں تحقیق کی اور مشاہدہ کیا کہ خواتین کو دوسرے درجے کے شہریوں کی حیثیت دیے جانے کا نظریہ ان کے لیے دستیاب پیشہ ورانہ مواقع کی کمی سے تقویت پکڑتا ہے۔ علاوہ مذکورہ بالا مختلف مسائل سامنے آئے؛ جیسے معاشرے کے ارکان کا متعصبانہ رویہ، اپنے خاندان کی طرف سے اجنبیانہ سلوک، اور گھریلو و دفتری کام کے ساتھ اس سلوک نے ان کی فطری اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے استعمال کو متاثر کیا۔[19]

لڑکیوں کے لیے سب سے پہلا مسئلہ گھر والوں کو راضی کرنا ہوتا ہے، جن کی خواہش ہوتی ہے کہ لڑکی کی جلد سے جلد شادی کر دی جائے۔ اگر لڑکی کو شادی سے پہلے نوکری کرنے کی اجازت مل جاتی ہے تو رشتہ آنے پر سسرال والے تقاضا کرتے ہیں کہ شادی کے بعد لڑکی کو ملازمت چھوڑنا ہوگی۔ شادی شدہ خواتین کی یہ بھی مشکل ہے کہ سسرال میں کہا جاتا ہے کہ اگر ملازمت کرے گی تو گھر کون سنبھالے گا؟ خاندان والے کیا سوچیں گے؟ یہی وجہ ہے کہ شدید تھکان کے باوجود ایسی خواتین سب کو وقت دینے اور خوش رکھنے کی بھرپور کوشش کرتی ہیں، اور یوں نہ صرف کئی خاندانی پیچیدگیوں اور مشکلات کا شکار ہو جاتی ہیں بلکہ انھیں اپنی ذات کے لیے وقت نکالنا بھی انتہائی دشوار ہوتا ہے۔ وہ تمام تر مسائل جو پاکستانی خواتین کو درپیش ہیں اپنی جگہ، لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ ایک حقیقتِ مسلمہ ہے کہ دنیا بھر کی اقوام میں معاشرتی رویوں کی وجہ سے کسی بھی طبقے سے تعلق رکھنے والی خواتین کو مردوں کے مقابلے میں زیادہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تعلیماتِ رحمۃ للعالمین ﷺ

مرد و خواتین کی کسی بھی طرح قید کے بغیر یہ نکتہ نہایت اہم ہے کہ بنیادی طور پر معاشی سرگرمیاں تین طرح کے مقاصد کے پیشِ نظر ہوتی ہیں: 1۔ضروریاتِ زندگی کا حصول: ایسی ضروریات کہ جن کے بغیر دنیا یا آخرت کی زندگی برباد ہو جائے گی۔ 2۔ضروریات حاجیہ: ایسی ضروریات جن سے ایسی حوائج وابستہ ہیں کہ ان کے عدمِ حصول کی صورت میں انسان مشکل و تکلیف کا شکار ہو جاتا ہے۔ 3۔ ضروریات تعیش: ایسی ضروریات جو در حقیقت نہ ضروریات ہیں کہ دنیا یا آخرت کی زندگی برباد ہو اور نہ حوائج ہیں کہ ان کے بنا انسان مشکل میں پڑ سکے، بلکہ پُر تعیش زندگی اور اسباب کا حصول مقصود ہو۔ان سے ہٹ کر ایسے وجوہِ ملازمت کہ جن کے پیچھے نام و نمود کا حصول، فخر و غرور مقصود ہو تو اس مقصد سے نہ تو مرد کا طلبِ معاش پسندیدہ ہے اور نہ ہی عورت کا، جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں ہے: ”مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ، فَرَأَى أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺمِنْ جِلْدِهِ وَنَشَاطِهِ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ: لَوْ كَانَ هَذَا فِي سَبِيلِ اللهِ؟، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:إِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى وَلَدِهِ صِغَارًا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ يَسْعَى عَلَى أَبَوَيْنِ شَيْخَيْنِ كَبِيرَيْنِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَإِنْ كَانَ يَسْعَى عَلَى نَفْسِهِ يُعِفُّهَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ رِيَاءً وَمُفَاخَرَةً فَهُوَ فِي سَبِيلِ الشَّيْطَانِ“[20](ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس سے گزرا، اور رسول اللہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس نوجوان کی جلد اور اس کی سرگرمی کو دیکھا، تو کہنے لگے کہ کاش اس کی یہ جدوجہد راہِ للہ میں ہوتی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر وہ گھر سے اپنے چھوٹے بچوں کے لیے کمانے نکلا ہے تو وہ (اجر کے اعتبار سے) اللہ کے راستے میں ہے۔اور اگر وہ اپنے بزرگ والدین کے لیے رزق کی تلاش میں ہے تو بھی وہ خدا کی راہ میں ہے، اور اگر وہ اپنے لیے جدوجہد کر رہا ہے کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے تب بھی وہ راہِ للہ میں ہے، اور اگر وہ باہر ہے دکھاوے اور شیخی کے لیے، پھر یہ شیطان کی راہ میں ہے)۔

حدیث بالا میں ضروریات کے لیے روزگار کو پسند اور باعثت اجر و ثواب قرار دیا گیا، مگر ریا و مفاخرۃ کے لیے غیر پسندیدہ فعل بتایا گیا ہے۔ تعلیماتِ رحمۃ للعالمین ﷺ کی روشنی میں، حسبِ ذیل امور کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے، پاکستانی خواتین پیش آمدہ مسائل سے محفوظ رہ کر اپنے کام کو بخوبی سرانجام دے سکتی ہیں:

- اس بحث میں سب سے اہم اور بنیادی امر اس کام کا مشروع ہونا ہے، فرمان باری ہے: "وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ"[21] (اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ، ان کے پاس بھی نہ بھٹکنا)، غیر مشروع اور حرام فعل؛ چاہے وہ صرف خواتین کے لیے ممنوع ہوں یا مرد و خواتین دونوں کے لیے، کسی بھی صورت شرعی طور پر جائز نہیں ہے، بلکہ غیر فطری طریقہ تکمیل ضروریات ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرے میں درست اور جائز کام کرنے والی خواتین کے لیے بھی مشکلات کا باعث بن سکتا ہے۔
- اسی طرح کوئی ایسی ملازمت سے بھی گریز کرنا چاہیے، جو بغیر محرم کے دور دراز سفر پر مجبور کرتی ہو اور علاقہ غیر میں رات بسر کرنے کا تقاضا کرتی ہو، کیونکہ حج جیسے مقدس فریضہ کی ادائیگی بھی بغیر محرم کے مشروع نہیں ہے۔
- اکیلے کاروباری کام کرنے والے غیر محرم شخص کے پاس عورت کا ملازمت کرنا آ بیل مجھے مار کا مصداق بننے کے سوا کچھ نہیں، اور فرمان رسول ﷺ "لَايَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ، وَلَاتُسَافِرَنَّا مْرَأَةٌ إِلَّاوَمَعَهَا مَحْرَمٌ"[22] (کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ (اس کے محرم کے بغیر) تنہائی میں نہ رہے، اور نہ ہی کوئی عورت بغیر محرم کے سفر کرے۔) کی روشنی میں کسی طرح بھی اس کی گنجائش موجود نہیں۔
- ملازمت سے اس کے گھریلو واجبات؛ مثلاً حقوق الزوج، حقوق الاولاد وغیرہ متاثر نہ ہونے پائیں، تاکہ گھریلو سطح پر اس کی تفویض شدہ ذمہ داریوں کی طرف عدم توجہی سے میاں بیوی اور اولاد والدہ کے مقدس تعلقات میں دوریاں جنم لے کر رشتوں میں مایوسی اور عدم اعتماد کو پروان نہ چڑھا سکیں۔
- گھر سے نکلنے کی صورت میں چال ڈھال اور نقل و حرکت سے متعلقہ اسلامی تعلیمات کی پاسداری کئی ایک ممکنہ مسائلِ خواتین پر قابو پانے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے، مثلاً ارشاد باری ہے: "وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَايُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّامَاظَهَرَمِنْهَا"[23] (اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی سجاوٹ کو کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے)۔ "وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ"[24]

(اور مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ انہوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے وہ معلوم ہوجائے۔

- کسی بھی نامحرم اور اجنبی سے بات کرنے کے لیے خواتین نزاکت سے گفتگو سے منع کیا گیا ہے "فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا[25](تم نزاکت کے ساتھ بات مت کیا کرو، کبھی کوئی ایسا شخص بیجالالچ کرنے لگے جس کے دل میں روگ ہوتا ہے، اور بات وہ کہو جو بھلائی والی ہو)۔ نیز نامحرم سے مصافحہ و ہاتھ ملانے سے بھی سخت ممانعت فرمائی گئی ہے: "لأن يطعن فِي رأس رجل بِخيط من حديد خير من أن يمس امرأة لا تحل له"[26](آدمی کے سر میں لوہی کی کیل چبھوئی جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی خاتون کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہیں ہے۔)دل کا روگ ہی در حقیقت زبانی وجسمانی ہراسگی کی طرف لے جاتا ہے، اگر انداز گفتگو ہی قلبی روگ کے لیے دافع ہو، تو پھر نہ صرف متوقع خطرہ ٹل سکتا ہے بلکہ ایک عزت واحترام کے جذبات کو جنم دینے کی راہ ہموار کرسکتا ہے۔
- ایک مسلمان خاتون کے لیے فکر کا مقام ہے کہ پردے کے معاملہ میں پیغمبر اسلام خاتم النبیین محمد ﷺ کی ازواج کو استثناء نہیں، جن کی پاکزگی پر قرآن شاہد ہے "وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ"[27](اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے، یہ مبرا ہیں ان تہمتوں سے جووہ لگاتے ہیں)، آپ ﷺ کی بنات کو پردے کی تلقین ہے "يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ"[28] (اے نبی! اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور اہل ایمان خواتین سے کہہ دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں۔) ، تو اس اہم ترین امر سے خود کو بیگانہ کرکے شکوہ غیراں ودیگراں مناسب معلوم نہیں ہوتا۔
- حکومت کو بھی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اقدامات کرنے چاہئیں۔اس حوالے سے معاشرتی وسماجی رویوں کی تربیت کے لئے صوبائی وملکی سطح پر نصاب تشکیل دیا جائے۔

- حکومت کی طرف سے پہلے سے موجود قوانین کا نفاذ اور قوانین میں موجود سقم پر نظر ثانی اس طرح سے کی جائے کہ مثبت رویوں کی حوصلہ افزائی اور منفی رویوں کی حوصلہ شکنی ہو۔
- محکمانہ خرابیوں کی بیخ کنی کے لئے عملی اور خودکار نظام کو فعال بنایا جائے،اور سربراہان اپنے تمام ترعملہ کو اخلاقی و قانونی ضابطوں کی تنفیذ میں اپنا کردار ادا کریں۔تاکہ مردوخواتین بلاخوف وامتیاز اپنے حصول معاش کے ساتھ ساتھ ملک وملت اور قوم کی ترقی میں ہاتھ بٹا سکیں۔

حوالہ جات وحواشی

1 عمری،سید جلال الدین ، مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ، مطبع ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی، 1986،ص15

2 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار طوق النجاة، بیروت، الطبعة الأولی، 1422ھ ، كتاب بدء الوحی، باب كیفكان بدءالوحي إلى رسول اللهﷺ، رقم الحدیث: 3

3 القرآن الكريم، الملک 67: 2

4 أيضاً، آل عمران 3: 195

5 أيضاً، القصص: 23

6 مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، كتاب السلام، باب جواز إرداف المرأة الأجنبية إذا أعيت في الطريق، رقم الحدیث: 2182

7 القرآن الكريم، النساء 4: 1

8 البیهقی، أبوبكر أحمد، شعب الایمان، مكتبةالرشدللنشروالتوزيع، الرياض، الطبعةالأولى، 1423 ھ - 2003، باب حقوق الأولاد والأهلين، رقم الحدیث: 8369؛ شیخ البانی نے اسے ضعیف کہا ہے، جبکہ ڈاکٹر نجم عبد الرحمن خلف نے اپنی کتاب العیال میں اس کی اسناد کو حسن قرار دیا ہے۔

9 البخاری، الجامع الصحیح،كتاب الجمعة، باب الجمعةفي القرى والمدن، رقم الحدیث: 893

10 أيضاً

11 أيضاً، كتاب الجنائز، باب ماقيل في أولادالمشركين، رقم الحدیث: 1385

12 ابو داؤد، سليمان بن أشعث، السنن، دارالرسالة العالمية، بيروت، 2009، أبواب الصفوف، باب صلاةِ الرجل التطوعَ في بيته، رقم الحدیث: 1034

13 القرآن الكريم، الأحزاب 33: 34

14 ابن ابی شیبة، ابوبكر عبدالله، المصنف، مكتبةالرشد، رياض، الطبعةالأولى، 1409 هـ، كتاب فضائل القرآن، باب في البيت الذي يقرأ فيه القرآن، رقم الحديث: 30022

15 البخارى، الجامع الصحيح، كتاب بدء الوحى، باب من كان في حاجة أهله فأقيمت الصلاة فخرج، رقم الحديث: 676

16 أيضاً، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد والمصالحةمع أهل الحرب و كتابة الشروط، رقم الحديث: 2731

17 أيضاً، كتاب الجہاد والسير،باب مداواة النساء الجرحى في الغزو، رقم الحديث: 2882

18 احمد عثمانی،فقه القرآن، اداره فکر اسلامی، کراچی،طبع اول، 1982،ج 2،ص 623

19 Pervez, Sidra & Zia, Jawad & Raza, Irfan. Working Women in Pakistan: Analysis of Issues and Problems, 2015, 997-1011.

20 الطبرانی، سليمان بن أحمد، المعجم الكبير، مكتبة ابن تيمية،القاهرة، الطبعةالثانية، 1994، باب الكاف، باب كعب بن عجرة، رقم الحديث: 282

21 القرآن الكريم، الأنعام6: 151

22 البخارى، الجامع الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب من اكتتب في جيش فخرجت امرأته حاجة، رقم الحديث: 3006

23 القرآن الكريم، النور 24: 31

24 أيضاً، النور 24: 31

25 أيضاً، الأحزاب33:32

26 الألبانى، ناصرالدين، سلسلة الأحاديث الصحيحة، مكتبة المعارف، الرياض، 1995، ج 1، ص447

27 القرآن الكريم، النور 24: 26

28 أيضاً، الاحزاب 33: 59